32

مومن عقل اور تدبیر کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا

(فرمودہ 12 ستمبر 1947ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:
''پہلے تو مَیں افسوس کے ساتھ اِس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ لاہور کی جماعت نے اِس موقع پر اپنے فرائض کو کَمَاحَقُّہٗ ادا نہیں کیا۔ چندہ حفاظتِ مرکز کا اعلان اپریل سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ لیکن جہاں حیدرآباد، سکندرآباد، کلکتہ اور دور دور کی انجمنوں بلکہ افریقہ تک کی انجمنوں نے اپنے وعدے پورے لکھوا دیئے ہیں وہاں لاہور کی انجمنوں نے ابھی تک اپنے وعدے پورے طور پر نہیں لکھوائے۔ ادائیگی تو دُور کی چیز ہے صرف وعدے کا سوال تھا جو ایک بنیا بھی کر لیتا ہے اور کہتا ہے ''ہمارا مال سو تمہارا مال''۔ مگر ایک بنیا بھی اپنے جوش میں جس قدر اظہار کر دیتا ہے اُتنا بھی لاہور کی جماعت نے نہیں کیا۔ ادائیگی کا جو کچھ حال ہے اُس کی مَیں نے تحقیق نہیں کی۔ لیکن جو شخص وعدہ میں کمزور ہو وہ یقیناً ادائیگی میں بھی سُستی دکھاتا ہے۔ پھر مرکز کی تبدیلی کے لئے جو ہمیں کوششیں کرنی پڑی ہیں اُن میں بھی جماعت لاہور کوئی اچھا نمونہ نہیں دکھا رہی۔ آخر اِس جگہ پر قادیان کے سارے دفاتر اور تمام کارکن نہیں آئے۔ وہ سب کے سب اپنی جانیں ہتھیلی پر لئے ہوئے خدا تعالیٰ کے شعائر کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں۔ لاہور کے آدمی آرام اور اطمینان سے پاکستان کے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے میٹھی نیند سوتے اور مسکراتے ہوئے جاگتے ہیں۔ اور

وہاں بالعموم بائیس بائیس گھنٹے تک کام کرنا پڑتا ہے۔

خود مجھ پر بہت راتیں ایسی گزری ہیں کہ صبح تک مَیں آنکھ بھی جھپک نہیں سکا۔ کیونکہ ماتحت عملہ کی ڈیوٹی تو بدلتی رہتی ہے لیکن اوپر جو عملہ ہوتا ہے اور جس کا فرض دوسروں سے کام لینا ہوتا ہے اُس کی ڈیوٹی بدل نہیں سکتی۔ رات کو کام کرنے والے آتے ہیں تو وہ کام بھی کرتے ہیں اور اپنے افسر کو بھی بتاتے ہیں کہ اُنہوں نے کیا کام کیا۔ اِسی طرح دن کو کام کرنے والے کام کرتے ہیں تو وہ اپنے افسر کو بھی کام کی رپورٹ دیتے اور اُس کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ یہاں مرکز بننے پر کم سے کم ایک چھوٹی سے چھوٹی ذمہ داری جو یہاں کی جماعت کو ادا کرنی چاہیئے تھی وہ یہ تھی کہ وہ اپنے وقتوں میں سے گھنٹہ گھنٹہ، ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ، دو دو گھنٹے دیتے۔ اور اگر یہاں کی جماعت میں کچھ بھی احساس اپنے فرائض کا ہوتا تو وہ یہی کرتی کہ پانچ نمازوں میں سے ایک نماز ہی خلیفۂ وقت کے پیچھے پڑھ لیتی۔ مگر تمہارے اندر تو کچھ بھی احساس پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ جتنا تمہارے محلّہ میں ایک مداری کے آنے پر اُس کا تماشہ دیکھنے کا احساس پیدا ہوتا ہے اُتنا احساس بھی تمہیں خلیفۂ وقت کی ملاقات کا نہیں ہوا۔ اِس کے بعد تم کیا ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہو اور تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے وعدے تمہارے ذریعہ سے پورے ہوں گے۔ اِس قسم کے تمسخر آمیز وعدے کی نہ دنیا میں کوئی قیمت ہوسکتی ہے اور نہ خدا تعالیٰ کے حضور اِس کی کوئی قیمت ہے۔ ایک بہت بڑا کام ہے جو ہمارے سامنے ہے اور ہزاروں ہزار آدمی مختلف کیمپوں میں پڑا ہوا ہے۔ جب اُن میں سے کوئی اِس جگہ آتا ہے تو اُسے پوچھنے والا اور اُس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پندرہ بیس آدمی جو قادیان سے آئے ہوئے ہیں اُنہیں دفتری کاموں سے ہی فرصت نہیں کیونکہ وہ دفاتر جن میں بیس بیس آدمی کام کرنے والے تھے اُن میں اب ایک ایک آدمی کام کر رہا ہے۔ تمہارا فرض تھا کہ تم اپنی خدمات پیش کرتے اور اُن کا ہاتھ بٹاتے۔ لیکن تم نے کچھ بھی کام نہیں کیا۔ کیا سارے کام کرنا اور سارا وقت خدمتِ دین کے لئے صَرف کرنا یہ صرف قادیان والوں کا کام ہے؟ تمہارا کام نہیں؟ اور اگر قادیان والوں نے ہی کام کیا تو یقیناً دنیا ان کا تو نام لے گی لیکن تمہارا نہیں لے گی۔ اور اگر نیک نامی ہوگی تو وہ بھی قادیان والوں ہی کی ہوگی تمہاری نہیں ہوگی۔ اور ثواب ہوگا تو وہ بھی ان کو۔ یوں باہر کے لوگ عموماً قادیان

والوں پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ قادیان والے جو کچھ کام کر رہے ہیں وہ باہر کے لوگ نہیں کر رہے۔ باہر کے لوگ کبھی ایک دن چھٹی لے کر قادیان جاتے اور دس گھنٹے مسجد میں بیٹھ رہتے ہیں۔ تو قادیان والوں پر اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ وہ مسجد میں نہیں بیٹھتے۔ حالانکہ یہ لوگ سال میں صرف ایک دن مسجد میں بیٹھتے ہیں اور قادیان والے سارا سال وہاں آتے جاتے اور مرکزی کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ اب بھی قادیان والے ہی کام کر رہے ہیں اور ایسی قربانی کر رہے ہیں کہ صاف نظر آتا ہے۔ اب اِس سے زیادہ ان پر بار نہیں ڈالا جا سکتا۔ ڈیڑھ مہینہ ان کو کام کرتے گزر گیا ہے اور اِس ڈیڑھ مہینہ میں بعض آدمی ایسے ہیں جو کسی دن بھی دو تین گھنٹہ سے زیادہ نہیں سو سکے۔ وہ مجھے آرام پہنچانے کی پوری کوشش کرتے رہے ہیں اور ان کی خواہش رہی ہے کہ مجھے نہ جگائیں۔ مگر پھر بھی دو گھنٹے سے زیادہ سونے کا مجھے کبھی موقع نہیں ملا۔ اور بعض دفعہ تو پندرہ منٹ کے بعد ہی ایک دوسرا شخص آ جاتا ہے اور آواز دیتا۔ ایسی صورت میں نیند کہاں آ سکتی ہے۔ ان لوگوں پر تو آپ اعتراض کرتے ہیں اور کرتے رہتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی خود اپنی یہ حالت ہے کہ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر یہاں قائم ہوئے اور آپ نے کوئی کام نہ کیا۔ اور میرے آنے کے بعد تو یہاں کی جماعت کے لوگ اِس طرح اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جیسے کہتے ہیں

عجب طُرح کی ہوئی فراغت گدھوں پہ ڈالا جو بار اپنا

انہوں نے سمجھا کہ چلو چُھٹی ہوئی کام کرنے والا آ گیا ہے۔ گویا تم نے بھی وہی کہہ دیا جو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا تھا کہ اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ [1] منہ سے یہ کہنے سے کیا بنتا ہے کہ ہم موسیٰؑ کے ساتھیوں جیسے نہیں۔ تم یہ تو بتاؤ کہ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے کوئی خدمت کی ہو۔ پھر تم کس منہ سے کہتے ہو کہ ہم وہ نہیں جنہوں نے موسیٰؑ سے یہ کہا تھا کہ اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ۔ پھر موسیٰؑ کی قوم اُس کے ساتھ تو گئی تھی۔ صرف اُس نے لڑائی کرنے سے انکار کیا تھا۔ مگر تم تو ساتھ بھی نہیں چلے۔

پس پہلے تو مَیں افسوس کے ساتھ اِس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے اِن دنوں کوئی خدمت کی ہو۔ صرف چند افراد ہیں جو کام کر رہے ہیں باقی ساری جماعت سوتی رہی ہے اور اُس نے سلسلہ کی مصیبت اور سلسلہ کی تکلیف اور سلسلہ کے دکھ اور سلسلہ کے بڑھتے

ہوئے کاموں کو اِتنی اہمیت بھی نہیں دی جتنی ہوا کے ایک جھونکے کو دی جاتی ہے۔

خدا تعالیٰ کے کام تو خدا تعالیٰ نے ہی کرنے ہیں اور وہ یقیناً ہو کر رہیں گے۔ تم اگر اِن کاموں کو سرانجام نہیں دو گے تو اللہ تعالیٰ اَور لوگوں کو کھڑا کر دے گا۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ تُو اُن لوگوں کو متنبہ کر دے۔ اگر یہ کام کریں گے تو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر دیا جائے گا۔ اور اگر کام نہیں کرینگے تو اللہ تعالیٰ اَور لوگوں کو اپنے دین کی خدمت کے لئے کھڑا کر دے گا2۔ مَیں نے بھی اِس خیال سے کہ تم ثواب حاصل کرنے سے محروم نہ رہ جاؤ تمہیں متنبہ کر دیا ہے۔ یاد رکھو نہ تمہاری اور نہ کسی اور کی خدا تعالیٰ کو کوئی ضرورت ہے۔ اِس قسم کی سُستیوں کے باوجود بھی خدا تعالیٰ کا سلسلہ یقیناً جیتے گا۔ لیکن وہ لوگ کسی عزت کے مستحق نہیں ہوں گے اور نہ اُنہیں ایمان کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مقام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کا حق ہوگا۔ صرف چار پانچ آدمی لاہور کے ایسے ہیں جنہوں نے کام کیا مگر باقیوں نے پوچھا تک نہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور کیا ان کی خدمات کی سلسلہ کو ضرورت ہے یا نہیں؟ روزانہ جالندھر، ہوشیار پور اور دوسرے علاقوں کے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہمیں اُن کے لئے مختلف کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہ نظر نہیں آتا کہ کس سے کام لیں۔ کیونکہ یہاں کی جماعت نے اپنے فرائض کو ادا کرنے میں خطرناک غفلت اور کوتاہی سے کام لیا ہے۔

پس یہ دو نمونے ایسے ہیں جو نہایت ہی تاریک پہلو لاہور کی جماعت کا پیش کر رہے ہیں۔ حفاظتِ مرکز کے کام میں اب تک بھی پورے وعدے نہیں لکھوائے گئے اور وصولی تو بہت ہی کم ہوئی ہے۔ حالانکہ ہم نے اُس چیز کو کرنا ہی کیا ہے جو وقت کے بعد میسر آئے۔ اب تک ہم نے امانتوں سے روپیہ لے کر کام چلایا ہے ورنہ اگر آپ لوگوں جیسے نادہند جماعت میں ہوتے اور امانتوں کا سلسلہ جاری نہ ہوتا تو جہاں تک دنیاوی تدابیر کا تعلق ہے اب تک قادیان کی اینٹ سے اینٹ بج چکی ہوتی۔ (خدانخواستہ۔ رَفَعَ اللّٰهُ بُنْيَانَهٗ وَ اَعَزَّ شَاْنَهٗ) یہ خدا کا فضل ہے کہ اُس نے اِس وقت تک قادیان کو بچائے رکھا ہے ورنہ آپ لوگوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ ننانوے فیصدی آپ لوگوں نے پورا زور لگایا کہ وہ تباہ ہو مگر خدا نے اپنے فضل سے سامان مہیا کیا ہوا تھا۔ امانتیں پڑی تھیں جن سے کام چل گیا۔ یہ تو تمہارا حال ہے۔ مگر ایمان کے دعوے

میں تم سب سے پہلے اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہتے ہو کہ ہم مومن ہیں۔ پھر جب اِس جگہ مرکز کا ایک حصہ آ چکا تھا آپ لوگوں کو اسے خدا تعالیٰ کا فضل سمجھنا چاہیئے تھا۔لیکن آپ لوگوں نے کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ چاہیئے تھا کہ سینکڑوں آدمی اپنے آپ کو خدمات کے لئے پیش کر دیتے۔اور اگر اُن کی ملازمتیں بھی جاتیں تو اُس کی پروا نہ کرتے۔ جیسے کراچی کے دوستوں نے نمونہ دکھایا۔ اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم قادیان جائیں گے۔اور چونکہ وہاں سرکاری محکموں میں احمدی زیادہ ہیں دفاتر والوں نے سمجھا کہ اگر سب احمدی چلے گئے تو کام بند ہو جائے گا۔ اِس لئے اُنہوں نے چھٹی دینے سے انکار کر دیا۔ اِس پر کئی احمدیوں نے اپنے استعفے نکال کر رکھ دیئے کہ اگر یہ بات ہے تو ہم اپنی ملازمت سے مستعفی ہونے کے لئے تیار ہیں۔ایک اخبار جو احمدیت کا شدید ترین دشمن تھا مَیں نے خود اُس کا ایک تراشہ پڑھا ہے جس میں وہ اِس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ ہوتا ہے ایمان۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اخلاص کا نمونہ دکھایا۔ یہ وہ ہیں جن کا عزت سے نام لیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا احمدیت کی تاریخ میں نام لکھا جائے گا۔مگر غافلوں اور بے پرواہوں کا نام نہیں لکھا جائے گا۔تم کہہ سکتے ہو کہ ہمیں کسی نے کہا نہیں۔مگر مَیں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارا بچہ بیمار ہو تو کیا کوئی شخص تم سے کہا کرتا ہے کہ تم اُس کا علاج کرو؟ آخر دین کیا میرا لگتا ہے تمہارا نہیں لگتا؟ اگر احمدیت میری چیز ہوتی تو پھر بھی مَیں سوال کرنے کی ذلّت برداشت کر لیتا اور تمہارے پاس جاتا اور کہتا کہ میری مدد کرو۔گو خدا نے مجھے ہمیشہ اپنے متعلق دوسرے سے سوال کرنے سے بچا رکھا ہے اور مَیں نے آج تک کبھی کسی سے سوال نہیں کیا۔مگر یہ چیز تو وہ ہے جو صرف میری نہیں بلکہ تمہاری بھی ہے اور اِس لحاظ سے ہر احمدی کا فرض تھا کہ وہ اپنی خدمات پیش کرتا۔ ہر احمدی کا فرض تھا کہ وہ اپنا سارا وقت یا اپنے وقت کا کچھ حصہ دیتا۔ ہر احمدی کا فرض تھا کہ اگر خدا کا خلیفہ اُس کے گھر میں آیا تھا تو زیادہ نہیں کم سے کم ایک نماز تو اُس کے پیچھے پڑھتا۔مگر تم نے اِن کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کیا۔ اب تم خود ہی اپنے ایمان کی قیمت کا اندازہ لگا لو۔اور سوچو کہ تمہارا کیا ایمان ہے؟ اس کی کیا قیمت ہے؟ اور کیا ایک پیسے پر بھی کوئی اِس کو خریدنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے؟

تم میں سے بہت سے اِس وقت وہ بھی بیٹھے ہیں جو باہر سے آئے ہیں اور اُن علاقوں کے

ہیں جن پر تباہی آئی ہے۔ میں اُن سے بھی کہتا ہوں کہ تمہارے اندر اگر اِس وقت بھی خدا تعالیٰ کی خشیت پیدا نہیں ہوئی تو اَور کب پیدا ہو گی۔ تمہارے گھر برباد ہو گئے، تمہارے اموال لُوٹے گئے، تمہاری زمینیں اور جانور چھین لئے گئے اور بعض جگہ تمہاری عورتیں بھی لوگ زبردستی لے گئے اِس سے بڑھ کر اور کونسی قیامت ہے جو تم پر آئے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا

''یہ مت سمجھو کہ یورپ اور امریکہ وغیرہ میں زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے بلکہ مَیں تو دیکھتا ہوں کہ اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔'' 3

تم اِن الفاظ کو پڑھتے تھے تو بڑے آرام اور اطمینان سے اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے کہہ دیتے تھے کہ یہ جو بخار پھیلا ہوا ہے اِس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔ یا فلاں جگہ ہیضہ سے پانچ سو آدمی مر گیا ہے اُس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ حالانکہ اُن بخاروں اور ہیضوں سے اِس پیشگوئی کا کیا تعلق تھا۔ یہ وہ دن تھے جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خبر دی تھی اور جن میں اِتنی بڑی تباہی ہوئی ہے کہ جنگِ عظیم کے سات سالوں میں اتنا آدمی نہیں مارا گیا جتنا صرف ایک سال میں مارا گیا ہے۔ صرف مشرقی اور مغربی پنجاب میں ہندو، مسلمان اور سکھ کی موت پانچ چھ لاکھ کے قریب ہوئی ہے حالانکہ جنگ عظیم میں صرف دو لاکھ تینتالیس ہزار آدمی مرے تھے اور وہ بھی چھ سات سال میں۔ مگر یہ پانچ چھ لاکھ چھ ماہ کے عرصہ میں ختم ہو گیا۔ صرف دلّی میں چوبیس گھنٹہ کے اندر کہتے ہیں آٹھ دس ہزار آدمی مارے گئے۔ جن میں سے چھ سات ہزار مسلمان تھے اور ڈیڑھ دو ہزار ہندو سکھ۔ اِس قسم کی تباہی اور بربادی کی دنیا کی تاریخ میں تمہیں کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ اور اِتنی آبادیوں کا تبادلہ بھی دنیا میں اَور کسی جگہ نظر نہیں آتا۔ اِتنے بڑے ابتلاء کو دیکھ کر بھی کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ دنیا میں ایک نیک تغیّر پیدا کرنا چاہتا ہے؟ خدا تعالیٰ دنیا میں ایسے آدمی پیدا کرنا چاہتا ہے جو صرف خدا کے ہوں اور دنیا کا عشق اُن کے دلوں میں نہ ہو۔ مگر اب بھی تمہارے اندر کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ مَیں سنتا ہوں کہ تم نے اپنی مصیبت اور سفروں کے ایّام میں نمازوں میں کوتاہی کی یا نمازیں ادا کرنا تم بُھول گئے۔ یہ تو مَیں نہیں مان سکتا کہ چھوٹے سے چھوٹا مومن بھی کوئی نماز چھوڑ دے۔ مَیں وہی کہہ سکتا ہوں کہ تم نماز بُھول گئے یا تم نے بے وقت نماز پڑھ لی۔

اِسی طرح تم میں سے بعض نے بزدلی بھی دکھائی اور تم یہ کہہ کر اپنے گھروں سے نکل آئے

کہ جب اردگرد کے لوگ جاتے ہیں تو ہم یہاں کیوں ٹھہریں۔ حالانکہ یہ وہ وقت ہے جب اِس بات کی شدید ضرورت تھی کہ اسلام کی عزت کو قائم کیا جاتا۔ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ مسلمان مشرقی پنجاب میں کہتے ہیں کہ مارا گیا ہے۔ مگر ان میں سے چھیانوے، ستانوے ہزار بلکہ اِس سے بھی زیادہ بھاگتے ہوئے مارا گیا ہے۔ اگر اِتنا آدمی لڑائی کرتے ہوئے مارا جاتا تو یہ لوگ تو گاؤں میں تھے اور حملہ کرنے والے باہر کے تھے۔ اگر یہ لوگ ڈیڑھ لاکھ مارے گئے تھے تو وہ یقیناً سات آٹھ لاکھ کی تعداد میں مارے جاتے۔ کیونکہ گھر میں بیٹھ کر ایک آدمی باہر کے سات آٹھ آدمی آسانی کے ساتھ مار سکتا ہے۔ اور اگر سات آٹھ لاکھ حملہ کرنے والا مارا جاتا تو یقیناً اب تک امن ہو چکا ہوتا۔

پھر تم نے عظیم الشان حماقت یہ کی کہ گھروں سے نکلتے وقت سارا مال تم اُن کے سپرد کر آئے۔ حالانکہ اِس سے زیادہ حماقت اور بیوقوفی کی اور کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ اپنا مکان اور اپنا روپیہ اور اپنی جائیداد دشمن کے حوالے کر دی جائے۔ ہمیں نکلنے سے پہلے اپنے گھر کی ایک ایک چیز کو جلا کر راکھ کر دینا چاہیئے تھا۔ تمہارا فرض تھا کہ اگر سرسوں کا تیل مل جاتا تو سرسوں کا تیل ڈال کر اور اگر مٹی کا تیل مل جاتا تو مٹی کا تیل ڈال کر اپنے گھروں کا آخری تنکا تک جلا دیتے تا کہ اگر دشمن جلے ہوئے اور خالی گھروں میں داخل ہوتا تو پندرہ بیس دنوں میں ہی اُسے فکر پڑ جاتی اور وہ اُن مقامات کو خالی کر دیتا۔ مگر اب تو تم نے لاکھوں من غلّہ، لاکھوں روپیہ نقد، لاکھوں روپیہ کا زیور، اور لاکھوں روپیہ کا کپڑا دشمن کو اپنے ہاتھ سے دے دیا اور اِس طرح اُس کے سال بھر کے گزارہ کا انتظام کر دیا۔ اب اُسے کسی کمائی کی ضرورت نہیں کیونکہ تم نے اُسے ہر قسم کی ضروریات خود بخود مہیا کر دی ہیں۔ گویا تم نے اُن کو سال بھر کی تنخواہیں ادا کی ہیں اِس لئے کہ وہ مسلمانوں کو برباد کریں۔ حالانکہ جب تم اپنے گھروں سے نکلے تھے تو تمہارا کام تھا کہ تم اپنے ہاتھ سے اپنے گھروں کو آگ لگا دیتے اور ایک ایک چیز کو جلا کر راکھ کر دیتے۔ کیا ایسے موقع پر باہر سے آ کر کسی شخص کے سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے یا انسانی دماغ خود بخود تدابیر سوچ لیا کرتا ہے؟ اول تو تمہیں اپنے گھروں سے نکلنا نہیں چاہیے تھا۔ اور اگر تم نکلے تھے تو تم ہر چیز کو جلا کر اپنے ہاتھ سے راکھ کر دیتے تا کہ دشمن اگر اندر جاتا تو وہ غلّے کا ایک دانہ نہ پاتا۔ دشمن اگر اندر جاتا تو اُسے کپڑے کی ایک دھجی تک نہ ملتی۔ دشمن اگر اندر جاتا تو اُسے کوئی قیمتی چیز نہ ملتی۔ پھر اگر تم اپنے

گھروں کو آگ نہیں لگا سکتے تھے تو جب تم نے دیکھا تھا کہ اب مقابلہ کرنا تمہارے لئے مشکل ہے اُس وقت تم 25، 30 فٹ کا گڑھا کھودتے اور برتن اور زیورات وہیں پھینک کر آجاتے۔ اِس صورت میں امید ہوسکتی تھی کہ اگر اَب نہیں تو دس سال کے بعد ہی شاید تم اُن چیزوں کو حاصل کرلو یا کہیں کھیت میں گڑھا کھود کر دبا دیتے اور اوپر گھانس 4 وغیرہ ڈال دیتے۔ اِس طرح دشمن کو پتہ بھی نہ لگتا کہ تمہارا قیمتی اسباب کہاں پڑا ہے۔ یورپ کے لوگوں میں یہ عقل پائی جاتی ہے کہ وہ مغلوب ہوتے وقت اپنی ہر چیز اپنے ہاتھ سے تباہ کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبردست سے زبردست دشمن بھاگنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جہاں جاتا ہے اُسے کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا، پہننے کے لئے کچھ نہیں ملتا، استعمال کرنے کے لئے کچھ نہیں ملتا، اور اُن کا بوجھ قوم پر اِس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ زیادہ دیر تک اُن مقامات میں نہیں رہ سکتے۔ یہی کچھ مسلمانوں کو کرنا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ایسا نہ کیا۔ سکھوں نے اِس حربہ سے بھی کام لیا ہے۔ چنانچہ بہت سے دیہات اور قصبات کے متعلق یہ اطلاع ملی ہے کہ جب اُن گاؤں اور قصبوں کو اُنہوں نے خالی کیا تو اُنہوں نے سب کچھ جلا کر رکھ دیا تا کہ مسلمان اُن کی چیزوں سے فائدہ نہ اُٹھاسکیں۔

اب پھر مَیں اُن لوگوں کو جو مشرقی پنجاب سے آئے ہیں کہتا ہوں کہ تمہارا اِدھر آنا بے فائدہ ہے تم اپنے اپنے مقامات میں واپس جانے کی کوشش کرو۔ اگر دور دور کے گاؤں میں نہیں جا سکتے تو تم لاہور، سیالکوٹ اور قصور کے پاس پاس چلے جاؤ۔ اِسی طرح فیروز پور کے اردگرد رہو یا تم اجنالہ میں رہو یا بٹالہ میں رہو یا گورداسپور میں رہو۔ یہ تحصیلیں ایسی ہیں جو پاکستان سے لگتی ہیں دو گھنٹے میں انسان اُدھر جا سکتا ہے اور دو گھنٹے میں انسان اِدھر آ سکتا ہے۔ اگر چوالیس لاکھ مسلمان مشرقی پنجاب سے نکل آیا تو یاد رکھو کہ چار کروڑ مسلمان جو یوپی، بمبئی اور مدراس میں رہتا ہے وہ سب کا سب مارا جائے گا اور سارا گناہ اِن مسلمانوں پر ہوگا جو مشرقی پنجاب میں سے بھاگ رہے ہیں۔ تم دس دس میل کے فاصلہ سے بھاگ رہے ہو اور پاکستان میں آرہے ہو تو اُن کے اور پاکستان کے درمیان تو تین چار سو میل کا فاصلہ ہے وہ کس طرح آئیں گے۔ یقیناً وہ اُسی جگہ مارے جائیں گے۔ لیکن اگر اُن کو تسلی ہوئی کہ مسلمان بھگوڑے نہیں تو اُن کے اندر بھی جرأت پیدا ہو جائے گی اور وہ بھی اپنے اپنے مقام پر کھڑے رہیں گے۔ ورنہ یاد رکھو کہ جتنا ثواب حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ،

حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ اور حضرت فرید الدین صاحب شکر گنجؒ والوں کو ہندوستان کو مسلمان بنانے کا ملا اُس سے کہیں بڑھ کر عذاب تمہیں ہندوستان سے اسلام کے ختم کرنے کی وجہ سے ملے گا۔ پس مشرقی پنجاب میں تم پھر واپس جاؤ۔ بیشک اپنی عورتوں اور بچوں کو اِدھر چھوڑ جاؤ ۔لیکن اگر تم نے اُس ملک کو خالی کیا تو اسلام کا نام ونشان تک اُس میں سے مٹ جائے گا۔ اور پھر نا معلوم سینکڑوں سال بعد یا کب اسلام کی دوبارہ ترقی کے لئے اللہ کی طرف سے نئی رَو پیدا ہو۔ یہ چیزیں بے شک ابتداء والی ہیں مگر تمہیں یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہمیں اِن باتوں کی خبر دی ہوئی ہے۔ اگر اُس کی مُنذر خبریں تمہارے دلوں کو پریشان کرتیں اور مسلمانوں کا تنزّل تم کو غمگین بناتا ہے تو کیا اُس کی بشارتیں تمہارے دلوں میں ایمان پیدا نہیں کرتیں؟ اور کیا تم یقین نہیں رکھتے کہ جس خدا کی وہ باتیں پوری ہوگئیں جو مسلمانوں کے تنزّل کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اُس خدا کی وہ باتیں بھی ضرور پوری ہوکر رہیں گی جو اسلام کی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں؟

سرحد کے ایک ایگزیکٹو انجینئر چودھری فقیر محمد صاحب تھے۔ میری لڑکی ناصرہ اور میری مرحومہ بیوی سارہ بیگم نے امتحان دینا تھا۔مَیں نے اُن سے کہا کہ اگر تم امتحان پاس کرلو تو مَیں تمہیں دہلی، ڈیرہ دون اور منصوری کی سیر کراؤں گا۔ اُنہوں نے محنت کی اور وہ پاس ہوگئیں۔ مَیں اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اُنہیں سیر کے لئے لے گیا۔ ہم دلّی میں ٹھہرے ہوئے تھے اور دلّی کے قلعہ کی سیر کر رہے تھے۔ وہاں قلعہ میں ایک چھوٹی سی شاہی مسجد ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اب اِس مسجد میں کون نماز پڑھتا ہوگا۔ چلو ہم ہی نماز پڑھ لیں۔ چنانچہ مَیں نے اور میری بیوی اور لڑکی نے نوافل شروع کر دیئے۔ میری بیوی اور لڑکی نے تو جلدی نماز ختم کر لی مگر مَیں نے لمبی نماز پڑھی۔ جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ یہ دونوں میرے پیچھے کھڑی تھیں۔ اُنہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ پشاور کی بعض عورتیں جن میں ایک ماں اور ایک اُس کی لڑکی ہے یہاں قلعہ کی سیر کے لئے آئی ہوئی ہیں اور وہ ہم سے ملی ہیں۔لڑکی نے بتایا ہے کہ میرے سسرال احمدی ہیں اور میرے باپ اور چچا بھی یہیں آئے ہوئے ہیں۔ اگر اُنہیں آپ سے ملاقات کرنے کا موقع مل سکے تو بڑی اچھی بات ہے۔مَیں نے کہا یہ معمولی بات ہے وہ مجھ سے مل لیں۔ چنانچہ نماز ختم کر کے مَیں باہر آیا اور ہم اکٹھے چل پڑے۔تھوڑی دیر کے بعد مجھے خیال آیا کہ غالباً

وہ مجھ سے ملنے کے لئے نہیں آئیں گے اگر آنا ہوتا تو آ جاتے۔ لیکن ابھی مَیں نے نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ مَیں نے محسوس کیا کہ میری بیوی اور بیٹی جو میرے ساتھ آ رہی تھیں وہ کہیں غائب ہو گئی ہیں۔ مَیں نے مُڑ کر دیکھا تو وہ دونوں بہت پیچھے ایک طرف کھڑی تھیں اور دو مرد میری طرف آ رہے تھے۔ میں نے سمجھ لیا کہ اُن کی عورتوں نے میری بیوی اور بیٹی سے کہا ہوگا کہ ذرا پیچھے ہٹ جائیں ہمارے مرد مل لیں۔ اور اِس پر وہ پیچھے ہٹی ہیں۔ جب وہ قریب پہنچے تو اُن میں سے ایک یعنی چودھری فقیر محمد صاحب نے بتایا کہ مَیں محمد اکرم خاں صاحب چارسدہ والوں کا بھائی ہوں۔ پھر باتوں باتوں میں وہ مذاقاً کہنے لگے ہم نے پورے انصاف سے کام لیا ہے۔ ہماری دو والدہ ہیں ایک ماں کا بیٹا محمد اکرم ہم نے آپ کو دے دیا ہے اور دوسری ماں کا بیٹا غلام سرور آپ کو دے دیا ہے۔ باقی ایک مَیں اور ایک میرا دوسرا بھائی دونوں احمدی نہیں۔ گویا روپیہ میں سے اٹھنّی ہم نے آپ کو دے دی ہے اور اٹھنّی ہم نے دوسرے مسلمانوں کو دے دی ہے۔ مَیں نے بھی اُن سے مذاقاً کہا کہ ہم اٹھنّی پر راضی نہیں ہوتے ہم تو پورا روپیہ لے کر چھوڑا کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگے تو پھر اپنی توجہ سے لے لیجئے۔ مَیں نے کہا ہماری کوشش تو یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا بقیہ اٹھنّی بھی مل جائے گی۔ وہ اُس وقت معہ اہل وعیال انگلستان کی سیر کرنے جا رہے تھے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ کیا آپ کو احمدیت کی تبلیغ کبھی نہیں ہوئی؟ وہ کہنے لگے کہ تبلیغ تو مجھے کئی دفعہ ہوئی ہے۔ چنانچہ اب بھی محمد اکرم جو میرا بڑا بھائی ہے اُس نے میرے ٹرنک میں سلسلہ احمدیہ کی کتب، احمدیت ☆، دعوۃ الامیر، اور اسلامی اصول کی فلاسفی رکھ دی ہیں۔ مَیں نے اُن سے کہا بھی ہے کہ میں وَلایت سیر کرنے جا رہا ہوں کتابیں پڑھنے کے لئے نہیں جا رہا۔ مگر انہوں نے زبردستی یہ کتابیں میرے ٹرنک میں رکھ دی ہیں اور کہا ہے کہ تمہارا کیا حرج ہے۔ یہ کتابیں اپنے ٹرنک میں پڑی رہنے دو۔ خیر اِس گفتگو کے بعد وہ چلے گئے اور ملاقات ختم ہوگئی۔ ابھی اِس ملاقات پر ڈیڑھ مہینہ نہیں گزرا تھا کہ ایک دن ولایت سے مجھے ایک خط ملا جس کی ابتداء اِن الفاظ سے ہوتی تھی کہ مَیں وہی شخص ہوں جو دلّی کے قلعہ میں آپ سے ملا تھا۔ اور جس نے آپ سے کہا تھا کہ ہم چار بھائی ہیں۔ دو غیر احمدی ہیں اور دو بھائی احمدی۔ اور یہ کہ ہم نے پورا پورا

☆ احمدیت یعنی حقیقی اسلام

انصاف سے کام لیا ہے۔ روپیہ میں سے اٹھنّی ہم نے آپ کو دے دی ہے اور اٹھنّی ہم نے دوسرے مسلمانوں کو دے دی ہے۔ اور آپ نے کہا تھا کہ ہم اٹھنّی پر راضی نہیں ہوتے ہم تو پورا روپیہ لے کر چھوڑا کرتے ہیں۔ آج اُس بقیہ اٹھنّی میں سے ایک اَور چونّی آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں اور آپ کی بیعت میں شامل ہوتا ہوں۔ پھر اُنہوں نے اپنے حالات لکھے اور بتایا کہ گو مَیں پٹھان ہوں اور مذہبی جوش میرے دل میں ہے مگر جب میں نے یورپ کا مطالعہ کیا، مَیں نے اُن کے جنگی سامان دیکھے، اُن کی تیاریوں پر نظر ڈالی، اُن کا نظام دیکھا، اُن کا روپیہ دیکھا، اُن کی تدابیر دیکھیں، اُن کے علوم اور فنون دیکھے تو مَیں نے سمجھا کہ عیسائیت کا مقابلہ اب ایسا ہی ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہو۔ میرے دل میں اُس وقت بڑے زور سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اسلام کی فتح کا خیال بالکل ڈھکوسلا ہے۔ اسلام اب زندہ نہیں ہوسکتا۔ کون ہے جو عیسائیت پر غالب آ سکے۔ ایک مایوسی کا عالَم مجھ پر طاری ہوگیا۔ اور اِسی حالت میں مجھے خیال آیا کہ چلو میرے ٹرنک میں جو چند مذہبی کتابیں پڑی ہیں اُنہی کو پڑھ کر دیکھوں کہ اُن میں کیا لکھا ہے۔ اتفاقاً آپ کی کتاب دعوۃ الامیر میرے ہاتھ آ گئی اور مَیں نے اُسے پڑھنا شروع کیا۔ جب مَیں اُسے پڑھنے لگا تو اُس میں وہی مضمون آ گیا جس نے مجھے سخت پریشان کر رکھا تھا۔ مَیں نے اُس میں بتایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے تنزّل اور عیسائیت کی ترقی کے متعلق یہ یہ پیشگوئیاں کی ہیں جو بڑی وضاحت سے پوری ہوچکی ہیں۔ اور پھر اِس کے بعد مَیں نے یہ مضمون لیا ہے کہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پیشگوئیاں بیان فرمائی ہیں کہ اِس تنزّل کے بعد اسلام پھر ترقی کرے گا اور اسلام کا ڈنکا ساری دنیا میں بجنے لگے گا۔ مَیں نے وہاں لکھا ہے کہ تم جب اسلام اور مسلمانوں کے تنزّل کو دیکھتے ہو تو تمہارے دلوں پر مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ اسلام کس طرح دوبارہ ترقی کرسکتا ہے۔ مگر تم اِتنا نہیں سوچتے کہ جیسے اسلام کی ترقی کی پیشگوئیاں اِس زمانہ میں خلافِ عقل معلوم ہوتی ہیں اِسی طرح محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کے تنزّل اور عیسائیت کی ترقی کی پیشگوئیاں خلافِ عقل معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوگئیں جو اسلام اور مسلمانوں کے تنزّل کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں حالانکہ اسلام کی ترقی کے زمانہ میں

اِس کا تنزّل بالکل خلافِ عقل معلوم ہوتا تھا تو ہمیں یہ بھی یقین رکھنا چاہیئے کہ گو اِس وقت اسلام کی دوبارہ ترقی ایک خلافِ عقل بات معلوم ہوتی ہے مگر جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خبر پوری ہوگئی اُسی طرح محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ اُنہوں نے لکھا جب یہ مضمون میں نے پڑھا تو میرا دل خوشی سے بھر گیا۔ میری مایوسی دُور ہوگئی۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا بھی کہ اب سو جاؤ، بہت رات گزر گئی ہے۔ مگر مَیں نے کہا اب مَیں اِس کتاب کو ختم کر کے ہی رہوں گا۔ چنانچہ مَیں رات بھر نہیں سویا، اب مَیں نے آپ کی کتاب ختم کر لی ہے اور صبح کی نماز کا وقت ہے اور مَیں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کو بیعت کا خط لکھ دوں۔ چنانچہ اِس خط کے ذریعہ مَیں آپ کی بیعت میں شامل ہوتا ہوں۔

تو دیکھو تباہیاں ہیں، بربادیاں ہیں، مگر اِن چیزوں کی خبریں ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے معلوم ہو چکی ہیں۔ اِس لئے یہ تباہیاں اور بربادیاں ہمارے لئے کسی گھبراہٹ کا موجب نہیں ہوسکتیں۔ بعض خبریں ایسی بھی تھیں جن کے معنی ہم پہلے صحیح طور پر نہ سمجھے مگر اب آ کر پتہ لگ گیا کہ اُن کا کیا مفہوم تھا۔ ابھی یہاں آ کر میری ایک خواب ایک شخص نے نکال کر پیش کی ہے۔ اُس وقت ہم اِس کا اَور مفہوم سمجھتے رہے مگر دیکھو وہ خواب کس طرح بول رہی ہے کہ لفظاً لفظاً وہ اِسی زمانہ کے متعلق ہے اور موجودہ فتنہ کی اُس میں تفصیل سے خبر دی گئی ہے۔ قادیان پر دشمن کا حملہ، میرا قادیان سے باہر نکلنا، ہمارا کسی دوسری جگہ مرکز بنانا، یہ سب باتیں اُس خواب میں بیان ہوچکی ہیں۔ یہ 1941ء کی خواب ہے جو الفضل میں شائع ہوچکی ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک مکان میں ہوں جو ہمارے مکانوں سے جنوب کی طرف ہے اور اُس میں ایک بڑی بھاری عمارت ہے جو کئی منزلوں میں ہے۔ اُس کئی منزلہ عمارت میں مَیں بھی ہوں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یکدم غنیم حملہ کر کے آ گیا ہے اور اُس غنیم سے حملہ کے مقابلہ کیلئے ہم سب لوگ تیاری کر رہے ہیں۔ مَیں اُس وقت اپنے آپ کو کوئی کام کرتے نہیں دیکھتا۔ مگر مَیں محسوس کرتا ہوں کہ مَیں بھی لڑائی میں شامل ہوں۔ یوں اُس وقت مَیں نے نہ توپیں دیکھی ہیں نہ کوئی اَور سامانِ جنگ۔ مگر میں سمجھتا یہی ہوں کہ تمام قسم کے آلاتِ حرب استعمال کئے جا رہے ہیں۔ اِس دوران میں مَیں نے محسوس کیا کہ وہاں پٹرول کا ذخیرہ ختم ہوگیا ہے۔ اُس وقت مَیں

خیال کرتا ہوں کہ پٹرول ہمیں موٹروں کے لئے نہیں چاہیئے بلکہ دشمن پر پھینکنے کے لئے پٹرول کی ضرورت ہے۔ چنانچہ مجھے کسی شخص نے بتایا کہ نیچے ایک تہہ خانہ ہے جس میں پٹرول موجود ہے۔ اِس پر ایک شخص تہہ خانہ میں گیا اور چھ گیلن پٹرول کی بیرل لے کر آ گیا۔ ساتھ ہی اُس کے دوسرے ہاتھ میں ایک سیڑھی ہے تا کہ سیڑھی کی مدد سے وہ اوپر چڑھ کر دشمن پر پٹرول پھینک سکے۔ پھر دونوں چیزیں اُٹھا کر اُس نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا اور اِتنی تیزی سے وہ چڑھنے لگا کہ یوں معلوم ہوتا تھا گر جائیگا۔ چنانچہ مَیں اُسے کہتا ہوں سنبھل کر چلو۔ ایسا نہ ہو گر جاؤ۔ اور خواب میں مَیں حیران بھی ہوتا ہوں کہ یہ کیسا بہادر آدمی ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں چھ گیلن یعنی تین سیر پٹرول ہے اور دوسرے ہاتھ میں سیڑھی ہے اور یہ اِس بہادری سے چڑھتا چلا جاتا ہے۔ پھر یہ نظارہ بدل گیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے ہم اُس مکان سے نکل آئے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن غالب آ گیا ہے اور ہمیں وہ جگہ چھوڑنی پڑی ہے۔ باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔ اِتنے میں ایک شخص آیا اور اُس نے کہا مَیں آپ کو ایک جگہ بتاتا ہوں۔ آپ پہاڑوں پر چلیں وہاں اٹلی کے ایک پادری نے گرجا بنایا ہوا ہے اور ساتھ ہی اُس نے بعض عمارتیں بھی بنائی ہوئی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر مسافروں کو دے دیتا ہے۔ وہاں چلیں۔ وہ مقام سب سے بہتر رہے گا۔ مَیں کہتا ہوں بہت اچھا۔ چنانچہ مَیں گائیڈ (GUIDE) کو لے کر پیدل چل پڑتا ہوں۔ ایک دو دوست اَور بھی میرے ساتھ ہیں۔ چلتے چلتے ہم پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے مگر وہ ایسی چوٹیاں ہیں جو ہموار ہیں۔ اِس طرح نہیں کہ کوئی چوٹی اونچی ہو اور کوئی نیچی جیسے عام طور پر پہاڑوں کی چوٹیاں ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ سب ہموار ہیں جس کے نتیجہ میں پہاڑ پر ایک میدان سا پیدا ہو گیا ہے۔ وہاں مَیں نے دیکھا کہ ایک پادری کالا سا کوٹ پہنے کھڑا ہے اور پاس ہی ایک چھوٹا سا گرجا ہے۔ اُس آدمی نے پادری سے کہا کہ باہر سے کچھ مسافر آئے ہیں انہیں ٹھہرنے کیلئے مکان چاہئیں۔ وہاں ایک مکان بنا ہوا نظر آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پادری لوگوں کو کرایہ پر جگہ دیتا ہے۔ اس نے ایک آدمی سے کہا کہ انہیں مکان دکھا دیا جائے۔ وہ مجھے مکان دکھانے کے لئے لے گیا۔ ایک دو دوست اَور بھی ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ کچّا مکان ہے اور جیسے فوجی بارکیں (BARRACK)

سیدھی چلی جاتی ہیں اُسی طرح وہ مکان ایک لائن میں سیدھا بنا ہوا ہے۔مگر کمرے صاف ہیں۔ مَیں ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ جو شخص مجھے کمرے دکھا رہا تھا اُس نے خیال کیا کہ کہیں مَیں یہ نہ کہہ دوں کہ یہ ایک پادری کی جگہ ہے ہم اِس میں نہیں رہتے، ایسا نہ ہو کہ ہماری عبادت میں روک پیدا ہو۔ چنانچہ وہ خود ہی کہنے لگا کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں مسجد بھی ہے۔ مَیں نے اُسے کہا اچھا مجھے مسجد دکھاؤ۔ اُس نے مجھے مسجد دکھائی جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی۔مگر چھوٹی سی تھی۔ ہماری مسجد مبارک سے نصف ہوگی۔لیکن اُس میں چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بچھی ہوئی تھیں۔ اِسی طرح امام کی جگہ ایک صاف قالینی مصلّٰی بھی بچھا ہوا تھا۔ مجھے اُس مسجد کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور مَیں نے کہا کہ ہمیں یہ جگہ منظور ہے۔خواب میں مَیں نے یہ خیال نہیں کیا کہ مسجد وہاں کس طرح بنائی گئی ہے۔مگر بہرحال مسجد دیکھ کر مجھے مزید تسلی ہوئی اور مَیں نے کہا اچھا ہوا مکان بھی مل گیا اور ساتھ ہی مسجد بھی مل گئی۔تھوڑی دیر کے بعد مَیں باہر نکلا۔مَیں نے دیکھا کہ اِکّا دُکّا احمدی وہاں آ رہے ہیں۔خواب میں مَیں حیران ہوتا ہوں کہ مَیں نے تو ان سے یہاں آنے کا ذکر نہیں کیا تھا ان کو جو میرے یہاں آنے کا پتہ لگ گیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی محفوظ جگہ نہیں چاہتے۔ یہ دوست ہی ہیں لیکن اگر دوست کو ایک مقام کا علم ہوسکتا ہے تو دشمن کو بھی ہوسکتا ہے محفوظ مقام تو نہ رہا۔ چنانچہ خواب میں مَیں پریشان ہوتا ہوں اور مَیں کہتا ہوں کہ ہمیں پہاڑوں میں اَور زیادہ دُور کوئی جگہ تلاش کرنی چاہیئے۔ اِتنے میں مَیں نے دیکھا کہ شیخ محمد نصیب صاحب یہاں آ گئے ہیں۔مَیں اُس وقت مکان کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ اُنہوں نے مجھے سلام کیا۔مَیں نے اُن سے کہا کہ لڑائی کا کیا حال ہے؟ اُنہوں نے کہا دشمن غالب آ گیا ہے۔مَیں کہتا ہوں کہ مسجد مبارک کا کیا حال ہے؟ اُنہوں نے اِس کا یہ جواب دیا کہ مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے۔مَیں نے کہا اگر مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے تب تو کامیابی کی اُمید ہے۔مَیں اُس وقت سمجھتا ہوں کہ ہم تنظیم کے لئے وہاں آئے ہیں اور تنظیم کرنے کے بعد دشمن کو پھر شکست دیں گے۔ اِس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ کچھ اَور دوست بھی وہاں پہنچ گئے ہیں۔اُن کو دیکھ کر مجھے اَور پریشانی ہوئی اور مَیں نے کہا کہ یہ تو بالکل عام جگہ معلوم ہوتی ہے حفاظت کے لئے یہ کوئی خاص مقام نہیں۔ اُن دوستوں میں ایک حافظ محمد ابراہیم صاحب بھی

ہیں ۔ اَور لوگوں کو مَیں پہچانتا نہیں صرف اِتنا جانتا ہوں کہ وہ احمدی ہیں ۔ حافظ صاحب نے مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ بڑی تباہی ہے ۔ بڑی تباہی ہے ۔ پھر ایک شخص نے کہا کہ نیلے گنبد میں ہم داخل ہونے لگے تھے مگر وہاں بھی ہمیں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ مَیں نے تو نیلا گنبد لاہور کا ہی سُنا ہوا ہے ۔ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ کوئی اَور بھی ہو۔ بہر حال اُس وقت مَیں نہیں کہہ سکتا کہ نیلے گنبد کے لحاظ سے اِس کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے ۔ مگر اب مَیں نے سوچا تو اس کی تعبیر سمجھ میں آ گئی ۔ گنبد نیلی آسمان کو کہتے ہیں ۔ اور اس امر کی کہ ہمیں نیلے گنبد میں بھی داخل نہیں ہونے دیا گیا تعبیر یہ تھی کہ لوگ اپنے اپنے گاؤں اور شہروں سے نکل کر کُھلے آسمان کے نیچے ڈیرے ڈال دیں گے مگر وہاں بھی دشمن اُن کو اطمینان سے نہیں رہنے دے گا ۔ چنانچہ واقعات سے ثابت ہے کہ جب مسلمان کُھلے آسمان کے نیچے پڑے تھے تو سکھوں نے اُن کو لُوٹا اور ان میں سے بہت لوگوں کو مار ڈالا ۔ گویا آسمان کے نیچے بھی اُنہوں نے حملہ کیا اور وہاں بھی اُن کو رہنے نہ دیا۔ آسمان کو ہمارے شاعر گنبد نیلی کہتے ہیں ۔ اور یہی بات رؤیا میں بیان کی گئی تھی کہ لوگوں کو آسمان کے نیچے بھی پناہ نہیں لینے دی جائے گی ۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے کوئی واقعہ بیان کرنا شروع کیا ۔ وہ اسے بڑی لمبی طرز سے بیان کرتے تھے ۔ جس طرح بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات کو جلدی ختم نہیں کرتے بلکہ اُسے بلا وجہ طول دیتے چلے جاتے ہیں ۔ اِسی طرح حافظ صاحب نے پہلے ایک لمبی تمہید بیان کی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جالندھر کا کوئی واقعہ بیان کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں بھی بڑی تباہی ہوئی ہے ۔ اور ایک منشی کا جو غیر احمدی ہے اور پٹواری یا گرداور ہے بار بار ذکر کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ منشی جی ملے اور اُنہوں نے بھی اِسی طرح کہا ہے ۔ مَیں خواب میں بڑا گھبراتا ہوں کہ یہ موقع تو حفاظت کے لئے انتظام کرنے کا ہے اور اِس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی مرکز تلاش کیا جائے انہوں نے منشی جی کی باتیں شروع کر دی ہیں ۔ چنانچہ مَیں اُن سے کہتا ہوں کہ آخر ہوا کیا؟ وہ کہنے لگے منشی جی کہتے تھے کہ ہماری تو آپ کی جماعت پر ہی نظر ہے ۔ مَیں نے کہا بس اِتنی ہی بات تھی نا کہ منشی جی کہتے تھے کہ اب اُن کی جماعت احمدیہ پر نظر ہے ۔ یہ کہہ کر مَیں انتظام کرنے کے لئے اُٹھا اور چاہا کہ کوئی مرکز تلاش کروں کہ میری آنکھ کُھل گئی ۔

دیکھو یہ کتنی واضح خواب ہے ۔ اِس میں صاف طور پر دشمن کا حملہ معلوم ہوتا ہے ۔ قادیان کا خطرہ میں گِھر جانا معلوم ہوتا ہے ۔ اِس میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ مَیں وہاں سے نکل آیا ہوں ۔

اِردگرد کے علاقوں کی تباہی کا بھی ذکر آتا ہے۔ پھر خصوصیت کے ساتھ جالندھر کا نام آتا ہے۔ اور رؤیا بتاتی ہے کہ وہاں بھی بڑی تباہی ہوگی۔ اِسی طرح اِس میں یہ بھی ذکر ہے کہ حفاظتِ قادیان کے لئے ہماری جماعت کو دشمن کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور حلقہ مسجد مبارک آخر دم تک لڑائی لڑے گا۔ حلقہ مسجد مبارک کے ایک معنی تو صرف مسجد مبارک کے حلقہ کے ہی ہیں لیکن اِس کے ایک اَور معنی بھی ہوسکتے ہیں جو اِتنے خطرناک نہیں۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسجد مبارک کے متعلق یہ الہام ہے کہ بَارَکْنَا حَوْلَهَا ہم نے مسجد مبارک اور اُس کے ماحول کو برکت دی ہے۔ پس مسجد مبارک سے مراد قادیان کی مسجد مبارک بھی ہوسکتی ہے اور مسجد مبارک اور اس کا ماحول بھی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ واقعات بتاتے ہیں کہ اردگرد سے احمدی دیہات پر حملے ہوئے اور وہ جلا دیئے گئے اور اِس طرح دشمن غالب آ گیا۔ لیکن رؤیا بتاتی ہے کہ مسجد مبارک اور اُس کے ماحول میں دشمن کو کامیابی نہیں ہوگی۔ پھر اِس خواب کے عین مطابق مَیں باہر نکلا۔ اور پھر یہی وہ فتنہ ہے جس میں ہر قسم کے ہتھیار استعمال ہورہے ہیں اور جالندھر تک خطرناک تباہی واقع ہوئی ہے۔ اور پھر میرے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ مَیں اپنی جماعت کے لئے کوئی اَور مرکز تلاش کرنے کے لئے باہر نکلوں گا۔ چنانچہ دیکھو مَیں تلاشِ مرکز کے لئے ہی لاہور آیا ہوں۔ اور پھر جیسے رؤیا میں بتایا گیا تھا کہ لوگ کہیں گے اب تو ہماری آپ کی جماعت پر ہی نظر ہے ویسے ہی واقعات اب رُونما ہورہے ہیں اور لوگوں کی ہماری جماعت پر نظریں پڑ رہی ہے۔ آج ہی کے ''زمیندار'' میں ایک شخص نے لکھا ہے کہ **ضلع گورداسپور یا یوں کہیے کہ سارے مشرقی پنجاب میں قادیان ہی ایک ایسا شہر ہے جو ابھی تک بدستور قائم ہے اور جس کے باشندوں نے مشرقی پنجاب میں رہنے کا تہیہ کیا ہوا ہے** گویا وہی نظارہ نظر آتا ہے جو اِس خواب میں دکھایا گیا تھا کہ منشی جی کہتے تھے اب تو ہماری آپ کی جماعت پر ہی نظر ہے۔

درحقیقت خواب کا ایک حصّہ یہاں بیان کرنے سے رہ گیا تھا۔ خواب میں اِس مقام پر مَیں نے یہ دیکھا کہ جالندھر کے سارے گاؤں بھاگے چلے آرہے ہیں اور اُن میں سے ایک شخص جو گرداوریا مُدرِّس ہے بار بار کہتا ہے کہ سب تباہ ہوگئے اور یہ کہ اب تو ہماری جماعت احمدیہ پر ہی نظر ہے۔

پھر خواب یہ بتاتی ہے کہ بیشک قادیان کے کچھ لوگ باہر چلے جائیں گے مگر اِس لئے نہیں کہ قادیان کو چھوڑ دیں بلکہ اس لئے کہ نئے سرے سے تنظیم کر کے اسلام اور احمدیت کی عظمت قائم کریں۔

دیکھو! 1941ء میں کون کہہ سکتا تھا کہ یہ خطرناک واقعات رونما ہونے والے ہیں۔ اُس وقت ہم نے سمجھا کہ اِس میں جاپان کی جنگ کے متعلق خبر دی گئی ہے۔ حالانکہ جاپان کا جالندھر سے کیا تعلق۔ جاپان کا اِس سے کیا تعلق تھا کہ مَیں قادیان سے باہر نکلا ہوں۔ ہم نے اُس وقت اِس خواب کی یوں تعبیر کر لی کہ اگر انگریزوں نے جنگ جاری رکھی تو سنگاپور پر دوبارہ قابض ہو جائینگے۔ حالانکہ کُجا احمدیوں کا دکھایا جانا اور کُجا انگریز۔ کُجا جالندھر اور کُجا جاپان۔ مگر اُس وقت جو کچھ سمجھ میں آیا اِسکے معنی کر لئے گئے۔ درحقیقت اِس میں موجودہ تباہی اور بربادی کا مکمل نقشہ کھینچا گیا تھا۔ چنانچہ دشمن کی طرف سے عملاً حملہ ہوا اور ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے گئے۔ صرف قادیان کے اِردگرد اِس وقت تک سَوا دوسَو کے قریب احمدی شہید ہو چکے ہیں۔ اور تازہ اطلاع یہ آئی ہے کہ سٹھیالی کا گاؤں جو بڑی جرأت اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کر رہا تھا اور جس نے تین دفعہ سکھوں کے حملہ کو بُری طرح پسپا کیا وہاں اب ملٹری نے آکر نمبرداروں کو بلایا اور اُنہیں اِتنا مارا کہ بُھس بنا کر رکھ دیا۔ مگر اِس کے باوجود وہ دلیری سے اب تک قائم ہیں۔ اور باوجود اِس کے کہ ملٹری نے اُن کی ہڈیاں توڑ دیں پھر بھی اُنہوں نے پروا نہیں کی اور وہ سب کے سب اپنے گاؤں میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ بعد کی خبر ہے کہ اس گاؤں کو ملٹری اور پولیس نے زبردستی خالی کروا لیا ہے۔ بہرحال رؤیا بتاتی ہے کہ حلقہ مسجد مبارک لڑائی کرتا رہے گا اور آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ فاتح اور کامران ہوگا۔ مَیں نے بتایا ہے کہ مسجد مبارک کے حلقہ سے ہوسکتا ہے کہ سارا قادیان مراد ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسجد مبارک اور اُس کے ماحول کو برکت دی ہے۔ لیکن یوں مَیں ہدایت دے چکا ہوں کہ اگر دشمن کا دباؤ خدانخواستہ بڑھ جائے تو پھر حلقہ مسجد مبارک کے اِردگرد اپنی حفاظتی لائن بنا لی جائے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جس میں ہمارے شعائر ہیں۔ اگر تمہاری موت آئے تو اس جگہ آئے اور شعائر اللہ کی حفاظت کرتے ہوئے آئے۔

مجھے یہ خواب پڑھ کر اِس لحاظ سے خوشی ہوئی کہ حلقہ مسجد مبارک جس کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ آخر تک لڑتا رہے گا اِسی حلقہ میں میرے گیارہ بیٹے قسمیں کھا کر بیٹھے ہیں کہ وہ مر جائیں گے مگر اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔ پھر اِسی حلقہ میں میرے دو بھائی ہیں اور اِسی حلقہ میں میرے بھتیجے ہیں گویا ہمارا سارا خاندان اِسی حلقہ میں ہے۔ پس اگر حلقہ مسجد مبارک سے یہی مراد ہے تو خدا نے خبر دی ہے کہ اِس حلقہ کو آخر تک خدمتِ اسلام کی شاندار توفیق ملے گی۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ مسجد مبارک کے حلقہ میں

سارا قادیان شامل ہے اور باقی مساجد مسجد مبارک کے تابع ہیں۔ مجلس شوریٰ میں فیصلہ کیا گیا کہ قرعہ کے ذریعہ سے ایک حصہ قادیان میں رہے گا اور ایک حصہ باہر آرام کرنے کے لئے آ جائے گا۔ اِسی طرح یہ کہ باہر کی جماعتیں اپنے مرکز کی حفاظت کے لئے کچھ زائرین کو باری باری بھجواتی رہیں گی۔ خواب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن ہے ہمیں بعض اُن دیہات کو بھی چھوڑنا پڑے جو اَب تک ہم نے نہیں چھوڑے۔ جیسا کہ بعد کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے وہ دیہات بھی چھوڑنے پڑے ہیں۔ بہرحال خواب بتاتی ہے کہ ہم ہی سے ایک حصہ قادیان سے باہر تو نکلے گا مگر اِس لئے نہیں کہ اُس مقام کو ہم چھوڑ دیں بلکہ اِس لئے کہ ایسی تنظیم کریں کہ قادیان احمدیت کے ہاتھ ہی میں رہے۔ پس قریب ہو یا بعید انشاء اللّٰہ ہم ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر کامل یقین رکھتے ہیں۔

مومن دنیا میں کہیں مایوس نہیں ہوتا اور مومن دنیا میں اپنی جان کو قربان کرنے سے کبھی ہچکچاتا نہیں۔ مومن کی جان درحقیقت خدا تعالیٰ کی امانت ہوتی ہے اگر وہ پیچھے ہٹتا ہے تو محض خدا کے لئے اور اگر وہ آگے بڑھتا ہے تو محض خدا کے لئے۔ مَیں اگر یہاں آیا ہوں تو اِس لئے کہ جماعت کی تنظیم کروں اور لڑائی کو تاحدِّ امکان لمبا کرنے کی کوشش کروں اور دنیا کو توجہ دلاؤں کہ قادیان پر سخت ظلم ہو رہا ہے۔ اِسی طرح میرے بچے اور میرے بھائی اور میرے بھتیجے اور میرے داماد قادیان میں بیٹھے ہیں تو اِس لئے کہ خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر وہ اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کریں اور اس کی رضا پر راضی رہیں۔ درحقیقت مومن ہر رنگ میں خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا خواہشمند ہوتا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتایا ہے ہمیں دو برکتوں میں سے ایک برکت ضرور مل کر رہے گی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کو ڈر ہی کیا ہوسکتا ہے جب دو برکتوں میں سے ایک برکت اسے ضرور مل کر رہے گی یعنی یا تو اسے فتح حاصل ہو جائے گی اور یا اسے شہادت نصیب ہو جائے گی 6۔ پس مومن کبھی میدان سے بھاگتا نہیں کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے جو چیز بھی خدا تعالیٰ نے میرے لئے مقدّر کی ہے وہ بڑی برکت والی ہے۔ اگر ہمیں شہادت میسر آ جاتی ہے تو وہ بھی خدا تعالیٰ کا انعام ہے اور اگر ہمیں فتح مل جاتی ہے تو وہ بھی اُس کا انعام ہے۔ بہرحال ہم یہ ہمیشہ کہتے ہیں، کہتے رہے ہیں اور کہتے رہیں گے کہ جہاں تک انسانی طاقت کے لحاظ سے ممکن ہے ہم اِس علاقہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا

جھنڈا نیچا نہیں ہونے دیں گے۔ ہمارے ارد گرد سو سے زیادہ گاؤں اِس وقت مٹ چکا ہے۔ باقی تمام گورداسپور ختم ہو چکا ہے اور بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ ہم اس علاقہ میں اسلامی جھنڈا اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ گاڑ سکیں۔ کسی طرف سو میل، کسی طرف دو سو میل اور کسی طرف پچاس پچاس میل تک کوئی مسلمان گاؤں نظر نہیں آتا۔ اور بظاہر انسانی تدبیر سے دشمن پر غالب آنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر فتح اور غلبہ ہماری طاقت میں نہیں تو ایک چیز ہے جو خدا نے ہمیں بخش دی ہے اور جس کی ہمارے اندر طاقت ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اُس کی راہ میں مر جائیں۔ جو چیز خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہمیں اُس کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنا کام کریں۔ خدا تعالیٰ کا کام اپنے ہاتھ میں لینا بیوقوفی ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اِس شرط پر لڑتا ہے کہ پہلے مجھے فتح کا یقین دلاؤ۔ تو وہ اپنی حماقت کا آپ اعلان کرتا ہے۔ اُس کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کر دے۔ پھر اگر وہ چاہے تو اس جان کو واپس کر دے تا کہ وہ کچھ مدّت اَور کام کر لے۔ اور اگر چاہے تو اُسے اپنے پاس بُلا لے اور کہے کہ تم نے بہت خدمت کر لی ہے اب ہمارے پاس آ جاؤ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات نزدیک آئی تو فرشتہ آپ کے پاس آیا اور اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ آپ کے حبیب نے مجھے ایک پیغام دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے میرے لئے بہت کوفتیں اٹھائی ہیں۔ اب مَیں آپ کو اختیار دیتا ہوں کہ آپ چاہیں تو کچھ مدت اَور کام کر لیں اور چاہیں تو میرے پاس آ جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے کہا کہ مَیں اگر اِس دنیا میں تھا تو محض خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت۔ اور اگر اب خدا نے مجھے وہاں آنے کی اجازت دی ہے تو میرے لئے اِس سے زیادہ خوشی کی اور کونسی بات ہو سکتی ہے۔ مَیں وہیں آنا چاہتا ہوں مجھے دُنیا میں رہنے کی خواہش نہیں۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کو اکٹھا کیا اور بغیر اپنا نام لئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی بندہ تھا جس کے سامنے اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر تم چاہو تو دنیا میں رہ کر اَور کام کر لو اور اگر چاہو تو میرے پاس آ جاؤ۔ اُس بندہ نے دنیا میں رہنا پسند نہیں کیا بلکہ یہی چاہا کہ وہ خدا تعالیٰ کے پاس چلا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے یہ بات سُنی تو وہ رو پڑے اور اِتنا روئے کہ اُن کی ہچکی بندھ گئی۔ بعض صحابہؓ کہتے ہیں ہم نے حضرت ابوبکرؓ کو

روتا دیکھا تو ہم نے کہا اسے کیا ہو گیا ہے اور یہ روتا کس لئے ہے؟ خدا کا کوئی بندہ تھا جسے یہ اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو خدا کے پاس چلا جائے اِس میں رونے کی کونسی بات ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوسرے تیسرے دن بیمار ہوئے اور چند دن کے بعد وفات پا گئے۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اُس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ ابوبکرؓ کیوں روتے تھے 7۔ اور ہمیں خیال آیا کہ ابوبکرؓ نے تو بات سمجھ لی تھی مگر ہم نے نہ سمجھی۔ تو سچے مومن کو خدا تعالیٰ کے پاس جانے میں کوئی عذر نہیں ہوتا۔ وہ صرف یہ دیکھتا ہے کہ جہاں تک اُس کی طاقت ہے خدا اور اُس کے رسول اور اُس کے دین کا نام نیچا نہ ہو۔ ورنہ ایک مومن کے لئے شہادت سب سے زیادہ قیمتی چیز ہوتی ہے۔

حضرت خالدؓ بن ولید بیمار ہوئے تو اُن سے ایک دوست ملنے کے لئے آیا۔ اُس نے دیکھا کہ خالدؓ رو رہے ہیں۔ اُس دوست نے کہا خالد! یہ رونے کا کونسا مقام ہے؟ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خدمات کا موقع عطا فرمایا ہے، اب تمہیں خوشی ہونی چاہیئے کہ تم اپنے محبوب سے ملنے اور اُس سے انعام پانے کے لئے جا رہے ہو۔ اِس پر خالد اَور بھی پُھوٹ پُھوٹ کر رونے لگے اور اُنہوں نے کہا مَیں اِس لئے تو نہیں روتا کہ مَیں کیوں مر رہا ہوں۔ چونکہ بیماری کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو چکے تھے اُنہوں نے اپنے دوست سے کہا میرے قریب آؤ اور میرے بازوؤں پر سے کپڑا اُٹھاؤ اور دیکھو کہ کیا کوئی جگہ ایسی ہے جہاں تلوار کا نشان نہ ہو؟ اُس نے کپڑا اُٹھایا اور کہا کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار کا نشان نہ ہو۔ انہوں نے کہا اب میری ٹانگوں پر سے کپڑا اُٹھاؤ اور دیکھو کہ کیا میری ٹانگوں پر کوئی ایک انچ جگہ بھی ایسی ہے جہاں تلواروں سے نشان نہ ہو؟ اُس نے کپڑا اٹھایا اور کہا کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلواروں کے نشان نہ ہوں۔ اِس کے بعد انہوں نے پیٹ دکھایا، پیٹھ دکھائی، سر دکھایا اور پھر کہا میرے سر سے پاؤں تک کوئی ایک انچ بھی ایسی جگہ نہیں جہاں تلوار سے نشان نہ ہوں۔ میں نے ہر جنگ میں اپنے آپ کو ایسے مقام پر پھینکا جہاں میرا خیال تھا کہ مجھے شہادت نصیب ہو سکتی ہے اور اِس کا ثبوت یہ ہے کہ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ کس طرح میرے سر سے پیر تک تلواروں کے نشانات لگے ہوئے ہیں۔ اِتنا کہہ کر اُنہیں پھر جوشِ گریہ پیدا ہوا اور اُن کی ہچکی بندھ گئی۔ اِس دوران میں اُنہوں نے روتے ہوئے کہا میں اِس لئے نہیں روتا کہ مَیں کیوں مر رہا ہوں۔ بلکہ اِس لئے رو رہا ہوں کہ نہ معلوم میرا کونسا

گناہ تھا جس کی پاداش میں مَیں آج چارپائی پر جان دے رہا ہوں۔ شہادت کا انعام مجھے میسر نہیں آیا۔ مَیں نے شہادت کا مقام حاصل کرنے کے لئے ہر خطرناک سے خطرناک موقع پر اپنے آپ کو پھینکا مگر مجھے پھر بھی شہادت نصیب نہیں ہوئی۔ پس مجھے یہ صدمہ ہے کہ شاید میری کسی کمزوری کی وجہ سے یہ انعام مجھے نہیں ملا 8 ۔

خالدؓ اپنے اخلاص میں یہ سمجھتے تھے کہ وہ شہادت سے محروم رہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اَور لوگ تو ایک ایک دفعہ شہید ہوئے اور خالدؓ سینکڑوں دفعہ شہید ہوئے۔ جس شخص کو خدا زیادہ شہادتوں کا ثواب دینا چاہتا ہے اُسے موت کے منہ میں ڈال کر پھر نکال لیتا ہے۔ پھر ڈالتا اور پھر نکالتا ہے تاکہ اُسے کئی شہادتوں کا ثواب دیا جاسکے۔ پس موت ڈرنے والی چیز نہیں ہاں مومن ایسی طرز پر کام کرتا ہے کہ وہ نہ ظالم بنے اور نہ بے انصاف قرار پائے۔ نہ دین کو نقصان پہنچائے اور نہ دنیوی تدابیر کو ہاتھ سے جانے دے۔ وہ تدبر اور عقل اور ہمت اور حوصلہ کے ساتھ کام کرتا ہے۔ وہ اِس طرح کام نہیں کرتا کہ سؤر کی طرح سیدھا چلا جائے اور مارا جائے۔ وہ ایک عقلمند اور دُور اندیش انسان کی طرح چاروں طرف اپنی نگاہ دوڑاتا ہے۔ وہ عقل اور تدبّر کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اور پھر اگر مارا جاتا ہے تو اُس کی قربانی اسلام کے لئے باعثِ فخر ہوتی ہے۔ اور اگر وہ بچ رہتا ہے تو اُس کی عقل اور اُس کی خرد اور اُس کی دانائی اسلام کے لئے باعثِ فخر ہوتی اور اس کی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ اُس کی دونوں حالتیں برکت والی ہوتی ہیں۔ اُس کی موت بھی برکت کا موجب ہوتی ہے اور اُس کی فتح بھی برکت کا موجب ہوتی ہے۔ سو تم حوصلے مت ہارو اور بھگوڑوں میں سے مت بنو۔ ہاں اگر تم اِس لئے ایک مقام چھوڑتے ہو کہ پھر دوبارہ اپنے آپ کو منظّم کرکے اُس مقام میں آؤ گے تو تم بھگوڑے قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اُحد کی جنگ میں جب یہ خبر مشہور ہوگئی کہ آپ شہید ہوگئے ہیں تو اِس اچانک صدمہ اور دشمن سے دباؤ کی وجہ سے بعض صحابہؓ میدانِ جنگ سے بھاگ پڑے اور بھاگتے ہوئے مدینہ تک آپہنچے۔ اِس کے بعد باقی لشکر اکٹھا ہوا اور دشمن میدان چھوڑ گیا۔ جب اسلامی لشکر مدینہ میں واپس آیا تو اُس کے افراد اُن لوگوں کو جو اُحد سے بھاگ آئے تھے فَـرَّارُوْنَ کہتے تھے۔ یعنی بھگوڑے جو میدانِ جنگ سے بھاگ آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سُنا تو چونکہ وہ

لوگ مخلص تھے اور اتفاقی حادثہ سے سراسیمہ ہو کر بھاگے تھے آپ نے فرمایا تم انہیں فَرَّار نہ کہو بلکہ کَرَّار کہو۔ یعنی گو یہ واپس آئے ہیں مگر اِس لئے آئے ہیں کہ پھر دشمن پر حملہ کریں گے اور اُسے شکست دیں گے۔ کَـرَّار کے معنی ہوتے ہیں پیچھے آ کر پھر حملہ کرنے والا۔ اور فَـرَّار کے معنی ہوتے ہیں بھگوڑا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم انہیں فَـرَّارُوْنَ نہ کہو بلکہ کَـرَّارُوْنَ کہو9۔ یعنی یہ لوگ پیچھے تو بیشک ہٹے ہیں مگر اِس لئے کہ دوبارہ دشمن پر حملہ کریں اور اُسے شکست دیں۔

پس اپنی نیّتوں اور ارادوں سے اپنے آپ کو فَـرَّار نہ بناؤ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی طرح کَـرَّار بنو۔ اتفاقی حادثہ کے ماتحت بے شک بعض دفعہ عارضی طور پر قدم اکھڑ جاتے ہیں مگر وہ قدموں کا اُکھڑنا بالکل اَور چیز ہوتی ہے اور بھاگنا اَور چیز ہوتی ہے۔

حنین کے موقع پر جب دشمن نے تیروں کی بوچھاڑ کی تو چونکہ مکّہ کے نومسلم آگے آگے تھے۔ وہ بھاگ پڑے اور اُن کے بھاگنے کی وجہ سے صحابہؓ کی سواریاں بھی بے قابو ہو گئیں اور سوائے چند صحابہؓ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد اور کوئی نہ رہا۔ بلکہ ایک موقع تو ایسا آیا کہ صرف ایک آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گیا۔ اُس وقت مکہ کا ایک نیا مسلمان جو ابھی دل میں کافر تھا اور جو محض اِس لئے مسلمان ہو کر حنین کی جنگ میں شامل ہوا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کہیں اکیلے مل گئے تو میں آپ پر حملہ کر دوں گا۔ وہ آپؐ کی طرف بڑھا۔ وہ خود کہتا ہے جب مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ میں اکیلا پایا تو مَیں نے کہا یہ موقع ہے جس میں مَیں کامیاب طور پر آپ پر وار کر سکتا ہوں۔ آپ چاروں طرف سے دشمن سے گھرے ہوئے ہیں اور صحابہؓ کے پاؤں اُکھڑ چکے ہیں۔ اِس سے زیادہ بہتر موقع اور کونسا ہوگا۔ مَیں نے تلوار کھینچی اور آپؐ کے قریب ہونا شروع کیا۔ جب مَیں قریب پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے آ جاؤ۔ وہ کہتا ہے اِس آواز میں کچھ ایسا اثر تھا کہ مَیں نے اُس وقت سمجھا۔ اِس وقت مجھے آگے ہی چلنا چاہیئے۔ مَیں آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے میرے دل کے مقام پر اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا خدایا! اِس کے دل سے تمام بُغض اور کینہ نکال دے اور اس کو سچا ایمان بخش۔ وہ کہتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور یہ دعا کی کہ خدایا! اِس کے دل سے تمام کینہ اور بُغض نکال دے اور اسے سچا ایمان بخش۔ تو مجھے

یوں معلوم ہوا کہ اسلام کی محبت میری رگ رگ اور نس نس میں اثر کر گئی ہے۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھایا اور کہا خدا تمہیں برکت دے، آگے بڑھو اور دشمن کا مقابلہ کرو۔ اِس پر میری یہ حالت ہوگئی کہ یا تو میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لئے آیا تھا اور یا آپؐ کی اِس آواز کا میرے کان میں پڑنا تھا کہ مجھے یوں معلوم ہوا کہ ساری دنیا میں صرف میرا ہی کام ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا ہوا مارا جاؤں۔ میں تلوار لے کر آگے بڑھا اور مَیں نے دشمن کا مقابلہ کیا اور اِتنے جوش کے ساتھ کیا کہ خدا کی قسم! اگر اُس وقت میرا باپ بھی میرے سامنے آجاتا تو بغیر ایک لمحہ کا توقّف کئے مَیں اُسکی گردن اُڑا دیتا10۔

تو دیکھو حنین کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ مگر آپ کے صحابہؓ فَرَّار نہیں تھے بلکہ کَــرَّار تھے۔ کیونکہ وہ پھر واپس آئے اور اُنہوں نے دشمن کو شکست دی۔ چنانچہ جب صحابہؓ کی سواریاں ڈر کر بھاگ نکلیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا۔ عباس! اونچی آواز سے لوگوں کو پکارو اور ان سے کہو کہ اے انصار! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔ چونکہ نومسلموں کے بھاگنے کی وجہ سے صحابہؓ کے گھوڑے اور اونٹ سخت ڈرے ہوئے تھے اور وہ میدانِ جنگ سے تیزی کے ساتھ بھاگ رہے تھے۔ اِس لئے صحابہؓ باوجود کوشش کے اپنی سواریوں کو روک نہ سکے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ ہمارے گھوڑے اور اونٹ اِتنے ڈرے ہوئے تھے کہ باوجود اِس کے کہ ہم اُن کی باگیں پورے زور کے ساتھ کھینچتے تھے، اِتنے زور کے ساتھ کہ اُن کے منہ اُن کی پیٹھوں کو لگ جاتے پھر بھی جب ہم اُن کو ایڑی لگا کر واپس لانا چاہتے تو وہ بجائے واپس آنے کے مکہ کی طرف بھاگ پڑتے۔ اُس وقت ہم بالکل بے بس نظر آرہے تھے کہ اِتنے میں ہمارے کان میں حضرت عباسؓ کی یہ آواز آئی کہ اے انصار! خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔ صحابہؓ کہتے ہیں جب یہ آواز ہمارے کانوں میں پہنچی اُس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہم زندہ ہیں اور دنیا میں چل پھر رہے ہیں۔ بلکہ ہمیں یوں معلوم ہوا کہ ہم سب مر چکے ہیں، قیامت کا دن ہے، صُوْر اِسرافیل پُھونکا جا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی آواز ہمیں اپنی طرف بلا رہی ہے۔ اِس آواز کا آنا تھا کہ ہمارے دماغوں پر جو پردہ حائل تھا وہ یکدم دور ہوگیا۔ اور ہم نے اپنی سواریوں کو پورے زور کے ساتھ واپس لَوٹایا۔ بعض تو اپنی سواریوں کو موڑنے میں کامیاب

ہو گئے ، بعض اپنی سواریوں سے کُود پڑے اور پیدل دوڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ اور بعض جن کی سواریاں نہ مُڑیں انہوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑوں کی گردنیں اپنی تلواروں سے کاٹ دیں اور خود دَوڑتے ہوئے اور لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے چند منٹ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے 11۔ تو دیکھو یہ لوگ کَرَّار تھے فَرَّار نہیں تھے۔ یہ بھاگے نہیں تھے بلکہ عارضی طور پر پیچھے ہٹ کر پھر دشمن پر حملہ آور ہوئے۔

پس تم اپنے ملک میں واپس جاؤ اور خدا تعالیٰ کا نام اُن علاقوں میں بلند کرو۔ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں رکھا ہے تو آخر کسی مصلحت اور بھلائی کے لئے رکھا ہے۔ آخر دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے۔ یا تو یہ فیصلہ کر لو کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ ہمارا دشمن ہے اور یا پھر یہ سمجھ لو کہ اسلام کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں ہندوستان میں رکھا ہے۔ ہندوستان میں 25 فیصدی مسلمان ہیں۔ اور مشرقی پنجاب میں گو بہت سے مسلمان ہلاک ہو چکے ہیں اور بہت سے بھاگ آئے ہیں مگر اب بھی 34 فیصدی مسلمان مشرقی پنجاب میں پائے جاتے ہیں۔ اور 34 فیصدی مسلمانوں کے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ آخر وہ ہندوستان کے شہری ہیں اور وہی حقوق اُنہیں قانوناً حاصل ہیں جو سکھوں یا ہندوؤں کو۔ پھر اگر مسلمان نئی نسلیں پیدا کریں اور برتھ کنٹرول کی لغویت کو ترک کر دیں تو چند سالوں میں ہی وہ مشرقی پنجاب میں بھی پہلی نسبت پر آ سکتے ہیں۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ تعدّدِ ازدواج کا حکم محض عربوں کے لئے تھا موجودہ زمانے میں اِس پر کون عمل کر سکتا ہے۔ مگر اب وقت آ گیا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ایک ایک بات اور اُس کے ایک ایک حکم کی صداقت دنیا پر واضح ہو۔ آج ہندوستان میں مسلمانوں کی نجات اِسی بات سے وابستہ ہے کہ وہ زیادہ شادیاں کریں اور اپنی نسلوں کو زیادہ سے زیادہ بڑھائیں۔ اگر ایک نسل کے مسلمان اِس بات کو قبول کر لیں کہ ہم اگر تباہ ہوتے ہیں تو بے شک ہو جائیں مگر ہم اپنی آئندہ نسلوں کے ذریعہ اسلام کو پھر اس ملک میں زندہ کر دیں گے تو چند سالوں میں ہی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اگر انہیں بیویاں تلاش کرنے کے لئے اچھوت اور ادنیٰ اقوام کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑے تو اِس سے دریغ نہ کریں اور اپنے آپ کو تباہ کر کے بھی مسلمانوں کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ اگر اِس طرح مسلمان شادیوں کے ذریعہ اپنی تعداد کو بڑھانا چاہیں تو تھوڑے عرصہ میں ہی اِن کی تعداد دُگنی

تین گُنی ہوسکتی ہے۔ اگر پچاس سال کے مسلمان تکلیف اٹھا کر مر بھی جائیں تو کیا ہوا۔ اسلام تو اس ملک میں زندہ ہو جائے گا۔ قرآن کریم میں ساری تدبیریں اور سارے علاج موجود ہیں۔ضرورت اِس بات کی ہے کہ اُن تدابیر پر عمل کیا جائے اور اسلام کی غیرت اپنے دلوں میں پیدا کی جائے۔ جب مذہب کی غیرت انسان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو وہ خود بخود ایسی راہیں نکال لیتا ہے جو اُس کو بامِ عروج تک پہنچانے والی ہوتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں۔ مگر کسی انصاری عورت سے آپ نے شادی نہیں کی۔ انصاری عورتیں جب آپ کے کام کو دیکھتیں تو بسا اوقات محبت کا اِس قدر جوش اُن کے دلوں میں پیدا ہوتا کہ وہ مجلس میں آ کر اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیتیں۔ ہمارے ملک میں اگر کوئی لڑکی ایسا کہے تو ممکن ہے اُس کا باپ یا بھائی اُسے قتل کر دے۔ مگر انصاری عورتوں کی یہ حالت تھی کہ جب وہ آپ کی باتیں سنتیں، آپ کی تقریریں سنتیں، آپ کے کام دیکھتیں تو اُن کے دلوں میں عشق کا ایسا جذبہ پیدا ہوتا کہ وہ بعض دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور کہتیں یا رسول اللہ! ہم اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مصلحت کے ماتحت انصاری عورتوں میں سے کسی کے ساتھ شادی نہیں کی۔ مگر جب کوئی انصاری عورت یہ بات کہتی تو آپ بعض دفعہ اپنی معذوری کا اظہار کر دیتے اور فرماتے جَزَاکِ اللّٰہ ۔تمہاری قربانی خدا تعالیٰ کے حضور قبول ہوگئی ہے 12۔ اور بعض دفعہ فرماتے کہ فلاں صحابی کو رشتہ کی ضرورت ہے تم اُس کے ساتھ شادی کرلو۔ ایک دفعہ نہیں متعدد دفعہ ایسا ہوا کہ انصاری عورتوں نے اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ اور پیش بھی مجلس میں کیا۔ اِس کی وجہ یہی تھی کہ جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو وہ یہ برداشت نہیں کر سکتی تھیں کہ اِس قیمتی چیز سے اُن کا تعلق نہ ہو۔ تو وہ بڑی خوشی سے یہ پسند کر لیتی تھیں کہ وہ آپ کی دسویں یا گیارھویں یا بارھویں یا تیرھویں بیوی بن جائیں۔ چنانچہ مجلس میں جہاں سینکڑوں ہزاروں آدمی بیٹھے ہوتے۔ جب ایک عورت کا باپ اُس مجلس میں موجود ہوتا جب اُس کا بھائی اُس مجلس میں موجود ہوتا، جب اُس کے رشتہ دار اُس مجلس میں موجود ہوتے وہ آتی اور کہتی یا رسول اللہ! مَیں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا۔ یہ چیز ہے جو ایمان کی علامت ہے اور یہی وہ چیز ہے جو غیرت کا ثبوت ہوتی ہے۔

تم بھی ایک دفعہ تکلیف اٹھا کر قربانی قبول کرلو۔تم دیکھو گے کہ پچاس سال کے اندر اندر مسلمان دو تین گُنا ہو جائیں گے۔ بلکہ 34 فیصدی مسلمان بیس سال میں پچپن چھپن فیصدی ہو سکتے ہیں۔ اِس وقت مسلمانوں پر ایک خطرناک دَور آیا ہوا ہے۔اور خطرناک مصیبتوں میں خطرناک تدابیر ہی کام آیا کرتی ہیں۔کسی کو کینسر ہوتا ہے تو اُسے کاٹنے سے ہی صحت حاصل ہوسکتی ہے۔اگر کسی کی آنکھ میں رسولی ہو جائے تو اُس آنکھ کو نکال کر ہی صحت حاصل ہوسکتی ہے زِنک لوشن (ZINC LOTION) کام نہیں آیا کرتا۔اِسی طرح وہ عظیم الشان عذاب جو ملک پر آیا ہوا ہے اسے معمولی تدابیر سے دور نہیں کر سکتے اس کے لئے عظیم الشان جدو جہد اور عظیم الشان قربانیوں کی ضرورت ہوگی تب تم صحیح طور پر اسلام کے خدمت گزار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم قرار پاؤ گے۔اور خدا کے فرشتے آسمان سے یہ کہیں گے کہ اِس قوم کو فتح دینا ضروری ہے اور خدا بھی اپنی قبولیت سے دستخط اس پر ثبت کر دے گا۔پس ہمت نہ ہارو اور موت سے مت ڈرو۔موت انسان پر کئی دفعہ نہیں آتی بلکہ صرف ایک دفعہ آتی ہے اور جس چیز نے بہر حال آنا ہے اُس سے ڈرنے کے کیا معنی ہیں۔تمہیں اگر کوشش کرنی چاہیئے تو یہ کہ اگر تمہاری موت مقدر ہے تو خدا تعالیٰ کی راہ میں آئے اور ایسی حالت میں آئے کہ تم موت کو خدا تعالیٰ کا انعام سمجھو۔ اور اِس کڑوی قاش کے ملنے پر اپنا منہ مت بناؤ بلکہ یہ کڑوی قاش بھی اُس مزے سے کھاؤ جس مزے سے تم نے ہزاروں ہزار میٹھی قاشیں خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے کھائی ہیں۔

حضرت لقمان کے متعلق لکھا ہے وہ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے کہ ڈاکو اُنہیں قید کر کے لے گئے اور کسی رومی تاجر کے پاس اُنہیں بیچ دیا۔ چونکہ حضرت لقمان خوبصورت اور ذہین تھے اُس نے حضرت لقمان کو عام نوکروں میں نہ رکھا بلکہ اپنے پاس بیٹوں کی طرح رکھنا شروع کر دیا اور ان سے اِتنی محبت پیدا ہوگئی کہ جو چیز بھی اچھی سے اچھی اُس کے پاس آتی وہ چُن کر پہلے حضرت لقمان کو دیتا اور پھر خود کھاتا۔ چونکہ وہ تاجر تھا اور دِساور[13] کا مال اُس کے پاس اکثر آتا رہتا تھا اُس کا معمول یہی تھا کہ پہلے وہ اچھی اچھی چیزیں حضرت لقمان کو دیتا اور پھر کسی اَور کو دیتا۔ ایک دفعہ دُور کسی ملک سے بے موسم کا خربوزہ آیا۔آقا نے خربوزہ کی ایک پھانک کاٹی۔حضرت لقمان کو بُلایا اور اُنہیں کھانے کے لئے دی۔حضرت لقمان نے وہ پھانک خوب مچا کے مار مار کر

کھائی۔ آقا نے سمجھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ خربوزہ بہت میٹھا ہے اور لقمان کو بہت پسند آیا ہے تبھی اس نے مزے لے لے کر پھانک کھائی ہے۔ چونکہ وہ حضرت لقمان سے محبت رکھتا تھا اُس نے ایک دوسری پھانک کاٹی اور حضرت لقمان کو دی۔ اُنہوں نے پھر اُسے مزے لے لے کر کھایا۔ اِس پر آقا نے اِس خیال سے کہ یہ خربوزہ اِسے بہت ہی پسندیدہ ہے تیسری پھانک کاٹی اور اُنہیں کھانے کے لئے دی۔ حضرت لقمان نے وہ پھانک بھی خوب مزے لے لے کر کھائی۔ تین پھانکوں کے بعد اُسے خیال آیا کہ مَیں بھی چکھوں یہ کیسا خربوزہ ہے اور اس میں کیسا مزہ پایا جاتا ہے۔ جب اُس نے پھانک کاٹ کر اپنے منہ میں ڈالی تو وہ اِتنی بدبودار، اِتنی تلخ، اِتنی سڑاند اور اِتنی بسانده 14 اپنے اندر رکھتی تھی کہ اُسے اُلٹی آ گئی اور اُس نے بڑے خشمگین 15 انداز میں حضرت لقمان سے کہا کہ تم نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ یہ خربوزہ اتنا بدمزہ ہے؟ مَیں نے تو سمجھا کہ تمہیں مزہ آ رہا ہے اور اِسی لئے مَیں تمہیں قاشیں کاٹ کاٹ کر دیتا چلا گیا اور اِس طرح بلا وجہ مَیں نے تمہیں دکھ میں ڈالا۔ تم نے یہ کیا کیا کہ میری محبت کا ایسا اُلٹا جواب دیا اور اس قاش کی تلخی اور بدمزگی کا مجھ سے ذکر نہ کیا؟ حضرت لقمان نے اپنے بچپن کی سادگی کے لہجہ میں کہا جس ہاتھ سے مَیں نے اِتنی میٹھی قاشیں کھائی تھیں اُس کے متعلق میں یہ بے حیائی کس طرح کر سکتا تھا کہ اگر اُسی ہاتھ سے مجھے ایک کڑوی قاش مل گئی تو اِس پر منہ بنا لیتا اور کڑوی قاش کھا کر تُھو کنے لگتا۔

ہم نے بھی اپنے خدا کے ہاتھ سے کتنی میٹھی قاشیں کھائی ہیں اب اگر کوئی کڑوی قاش اُس کی طرف سے آتی ہے تو ہمیں اُس کے کھانے پر منہ نہیں بنانا چاہیئے۔ اُس تاجر نے تو بے جانے اپنی محبت کے جوش میں لقمان کو کڑوی قاش کھلا دی تھی۔ لیکن ہمارا خدا وہ ہے جو عالم الغیب ہے۔ تمام حالات کو جاننے والا ہے اور ہم سے محبت اور پیار رکھتا ہے۔ اگر وہ تاجر کڑوی قاش کھلانے کے باوجود لقمان کی بھلائی چاہتا تھا بُرائی نہیں چاہتا تھا۔ تو ہم یہ کس طرح مان سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کڑوی قاش کھلا کر ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ یہ یقیناً ایسا ہی ہے جیسے پرانے زمانہ میں لوگ اپنے بچوں کو املتاس 16 کا جلاب دیا کرتے تھے۔ ہمارا خدا بھی ہمیں کمزوریوں سے پاک کرنا چاہتا ہے وہ ہمیں تمام دنیوی علائق 17 سے منقطع کر کے خالصۃً اپنی ذات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہمارے دلوں میں دنیا کی محبت سرد کر کے اپنی محبت کے شعلے بھڑکانا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں

اپنا محبوب اور اپنا پیارا بنانا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں تباہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ ترقی دینا چاہتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارا خدا ہم سے محبت رکھتا ہے۔ اسلام اُس کا سچا دین ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سچے رسول ہیں، قرآن اُس کی سچی کتاب ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اسلام قیامت تک کے لئے ہے اور قرآن کبھی نہ منسوخ ہونے والی کتاب ہے۔ دُنیا کی نجات اِسی مذہب اور اِسی کتاب کی تعلیم پر عمل کرنے میں ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اِس زمانہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی خدمت کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے اور خدا نے اپنے ہاتھ سے ہماری جماعت کو قائم کیا ہے۔ خدا اپنے لگائے ہوئے پودے کو دشمن سے کبھی تباہ نہیں ہونے دے گا۔ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اِس ملک میں کبھی نیچا نہیں ہونے دے گا۔ خدا قرآن کو اِس ملک میں کبھی ذلیل نہیں ہونے دے گا۔ وہ ضرور اِن کو پھر عزت بخشے گا اور اِن کو فتح و کامرانی عطا کرے گا۔ ہاں اگر ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے یہ ابتلاء لمبا ہو جائے تو اَور بات ہے ورنہ خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اسلام کی فتح ہو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح ہو، قرآن کی فتح ہو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فتح ہو، احمدیت کی فتح ہو اور پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اُونچا لہرائے۔ مبارک ہے وہ جو خدا تعالیٰ کی فوج میں شامل ہوتا اور اِس عید اور فتح کا دن لانے میں اپنی قربانی پیش کرتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نام عزت کے ساتھ لئے جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی رضا اور اُس کی خوشنودی کے ہمیشہ وارث ہونگے۔"

نمازِ جمعہ کے بعد حضور نے فرمایا:

"ہماری جماعت کے وہ دوست جو فوج میں ملازم ہیں اور جنہیں ٹرک مل سکتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ جس طرح بھی ہو سکے ٹرکوں کا انتظام کر کے قادیان پہنچیں اور وہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکالنے کی کوشش کریں۔ فوجیوں کو اپنے اپنے رشتہ دار لانے کے لئے عام طور پر ٹرک مل جایا کرتے ہیں۔ بیس پچیس دوست اِس وقت اپنے اپنے رشتہ داروں کو قادیان سے لا چکے ہیں۔ وہاں آٹھ نو ہزار عورتیں اور بچے ہیں جو نکالنے کے قابل ہیں۔ ورنہ غذا کی حالت اور حفاظت کے انتظامات میں سخت دقتیں پیدا ہو جائیں گی۔ جو فوجی دوست ہوں یہاں لاہور میں یا باہر کسی اَور مقام پر اور اُن کو ٹرک مل سکتا ہو اُن سب کو چاہیئے کہ وہ فوراً ٹرکوں کا انتظام کر کے ہمیں اطلاع

دیں۔فوجیوں کوٹرک ملنے میں عام طور پر آسانی ہوتی ہے۔اور چونکہ اکثر لوگوں کے کوئی نہ کوئی رشتہ دار قادیان میں موجود ہیں اِس لئے ہم ٹرکوں کے ذریعہ ایک نظام کے ماتحت عورتوں اور بچوں کو لا سکتے ہیں۔ پس جن دوستوں کو کوئی ٹرک مل سکتا ہے وہ فوراً انتظام کر کے ٹرک قادیان لے جائیں۔اور وہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکال لائیں۔اور اگر کوئی شخص خود ٹرک کا انتظام نہ کرسکتا ہو لیکن اُس کے علم میں کوئی ایسے دوست ہوں جو یہ انتظام کر سکتے ہوں تو وہ اطلاع دے دیں۔ہمیں کم از کم اِس وقت دوسَو ٹرکوں کی ضرورت ہے۔تب کہیں قادیان سے عورتوں اور بچوں کو نکالا جا سکتا ہے۔ چونکہ کچھ عورتیں اور بچے وہاں سے آ گئے ہیں اِس لئے باقی عورتوں میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ کچھ عورتیں تو ایسی دلیر ہیں کہ وہ نکلنے سے انکار کر دیتی ہیں۔لیکن اکثر عورتیں اور بچے ان عورتوں اور بچوں کو دیکھ کر گھبرا رہے ہیں۔اور یوں بھی وہاں کی غذائی حالت خراب ہے۔نمک مرچ سب ختم ہو چکا ہے۔گو مَیں نے یہاں سے انتظام کر کے یہ چیزیں وہاں کچھ بھجوائی ہیں مگر پھر بھی وہاں کی غذائی حالت تشویشناک ہے۔آٹے کا انتظام نہیں ہوسکتا، گھی ختم ہے،لکڑی ختم ہے۔اِسی لئے عورتوں اور بچوں کو قادیان سے نکالنا قادیان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ پس جس جس دوست کی طاقت میں ہو اور وہ ٹرک کا انتظام کر سکتے ہوں اُنہیں چاہیئے کہ وہ ٹرکوں کا انتظام کر کے میاں بشیر احمد صاحب کو ملیں تا کہ ایک نظام کے ماتحت عورتوں اور بچوں کو وہاں سے نکالا جا سکے۔ جو دوست اِس وقت یہاں موجود ہیں اُن کا اگر کوئی فوجی دوست واقف ہو تو اُسے فوراً یہ اعلان پہنچا دیں۔اور اگر وہ خود انتظام کر سکتے ہوں تو خود ٹرکوں کا انتظام کر کے ہمیں اطلاع دیں۔ پنجاب اور سندھ میں جہاں جہاں فوجی افسر یا کمیشنڈ افسر ہیں جن کو ٹرکیں مل سکتی ہیں اُن سب کو چاہیئے کہ وہ ٹرکوں کے متعلق پوری کوشش کریں اور جلد سے جلد ہمیں اِس بارہ میں اطلاع دیں تا کہ ہم ٹرک قادیان بھجوا سکیں اور عورتوں اور بچوں کو وہاں سے نکالا جائے۔'' (الفضل 30 ستمبر 1947ء)

1: المائدة:25

2: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ (محمد:39)

3: حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269 (مفہوماً)

4: **گھانس**: خس وخاشاک: سبزی۔ پھونس۔ چارہ

5: **بارکیں**: فوجیوں کے رہنے کی جگہ یا مکانات

6: قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ (التوبة:52)

7: بخاری کتاب فضائل اَصحاب النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سُدُّوْا الْاَبْوَابَ اِلَّا بَاب اَبِیْ بَکْرٍ۔

8: اسد الغابۃ جلد 2 صفحہ 95 مطبوعہ ریاض 1285ھ

9: بیھقی باب الثامن والعشرون

10: السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 127، 128 مصر 1935ء

11: سیرت ابن ہشام جلد 4 صفحہ 87 مطبوعہ مصر 1936ء

12: بخاری کتاب النِّکَاح باب عرض الْمَرْأَةِ لِنَفْسِهَا۔ (الخ)

13: **دِساور**: غیر ملک یا غیر ممالک۔ غیر ملک کی منڈی۔ سوداگری کا مال جو غیر مُلک سے آئے۔ وہ جگہ جہاں ہر ایک چیز فروخت کے لئے جمع کریں۔

14: **بِسانده**: بدبودار۔ بدمزہ

15: **خشمگین**: غضب ناک۔ غصہ سے بھرا ہوا۔

16: **املتاس**: ایک لمبی پھلی جس کا مغز مسہل کے لئے دیا جاتا ہے۔

17: **علائق**: تعلقات۔ بکھیڑے